AL-AHQAQ Recognized by HEC in Y-Category
https://ahqaq.com/index.php/Journal/article/view/23 ONLINE - ISSN- 3006-595X
Volume.2, Issue.2 (2024) PRINT - ISSN- 3006-5941

علوم القرآن میں قصص القرآن کا تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

A research and analytical study of Qasas al-Qur'an in Al-Qur'an studies

Zeeshan Ahmed Qureshi

Research Scholar, Institute of Islamic Studies and Sharia, Muslim Youth University, Islamabad. zeeshanquershi@outlook.com

Abstract

Allah Taala has sent down the Holy Qur'an for the guidance of human beings and has laid down laws for the growth and guidance of all human beings until the Day of Resurrection. All these teachings were conveyed by the Holy Prophet to the people and he also interpreted the divine commands wherever he felt the need. Special attention was being paid to the sciences of the Quran during the time of the Prophet. Many scholars have written books on the topics of the sciences of the Quran, but Jalal al-Din al-Suyuti, has collected all the sciences of the Qur'an under the name of his most famous book Al-Itqan fi Uloom al-Qur'an. The incident about Prophet Jonah has also been specifically described and an attempt has been made to summarize the themes of Qass al-Quran.

Key words: sciences Quran, Quran stories

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ تمام تعریفوں کے لائق ہے وہ ذات جسکے قبضے میں زمین و آسمان کی بادشاہت ہے جو علیم و حکیم ہے اور اپنے حکم میں بے نیاز ہے۔ درود و سلام ہو نبی مکرم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو کائنات کے لیے ہادی ور ہنما بنا کر مبعوث فرمائے گے اور سلام ہو اہل اسلام پر امابعد:-

تعارف:

قصص قرآن میں استعمال ہوا لفظ ہے جو جمع ہے قصہ کا۔ جس سے مراد **قرآن** مجید کے وہ سبق آموز واقعات ہیں جو **قرآن** میں اللہ تعالی نے بیان فرمائے۔

ایک دوسری تعریف کے مطابق وہ آیات قرآنی جن میں گذشتہ قوموں کے حالات و واقعات بیان کیے گئے ہیں یا رسول اللہ ﷺ کے دور کے واقعات پر مشتمل ہیں انہیں اصطلاح میں آیاتِ قصص کہا جاتا ہے۔

قَصص اور قِصص میں فرق

"قصص (قاف پر فتحہ کے ساتھ) ایک شیء کے پیچھے جانے کے یا اس کو بیان کرنے کے ہیں۔ قِصص جمع کے صیغہ ہے جو کہ قصہ کی جمع

ہے۔اس لفظ کے حروف ق-ص-ص کا لغوی معنی شیء کا پیچھا کرنا اور اس کے لیے کوشش کرنا ہے۔اس کا مصدر قصہ عرف عام میں استعمال ہوتا ہے اور اسی کی جمع قصص بھی ہے"۔(i)

لغوی مطلب

قصہ کے لغت میں عمومی مطلب ایک شی کا پیچھا کرنا اور شے کے لیے تگ ودو کرتے رہنا ہے۔ قَصص کا معنی اثر بھی ہو سکتا ہے۔اسی لئے قصہ بمعنی داستان اور ماضی کے حادثات وواقعات کے لیے عمومی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔اس میں پہلے سے ایک واقعہ جو انجام پا چکا ہو اسکو تسلسل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے یعنی اسکا پیچھا کیا جاتا ہے۔چنانچہ قصص ان اخبار اور واقعات و داستانوں کو کہا جاتا ہے جن کی تحقیق و جستجو کی جاتی ہے۔قصص اسی قصہ کے معنی میں آتا ہے۔(ii)

قصص قرآنی کی اقسام

قصصِ قرآنی کا شمار علوم قرآنی کے اہم مضامین میں ہوتا ہے۔قرآن کریم کی یہ جاذب اور خوبصورت مضامین مباحث کی شکل میں تین حصوں پر تقسیم ہوتی ہیں:-

۱. قصص مرسلین

وہ واقعات اور داستانیں جو انبیاء ومرسل علیہم السلام کا اپنی قوموں کو راہ حق پر دعوت دینے اور نبوت ورسالت کی حقانیت کے لیے قرآن نے بیان فرمائے اور متعدد معجزات کے بیان پر مشتمل ہیں، جیسے نوح، ابراہیم، موسی، ہارون، یوسف، عیسی، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے واقعات قرآن نے بطور خاص بیان کیے تو بعض دیگر انبیاءؑ کے واقعات بھی قرآن نے ضرورت کے تحت بیان کیے ہیں۔

۲. مختلف افراد اور اقوام کے قصص

اس زمن میں آدم اور فرزند آدم، قصہ داؤد و طالوت و جالوت، اصحاب کہف اصحاب الاخدود اور اصحاب فیل کے ساتھ مختلف اقوام کے قصص زیادہ مشہور ہیں۔کچھ خاص واقعات پر مکمل سورتوں کے نام بھی بعد میں رکھے گئے تا کہ پہچان اور تلاوت میں آسانی ہو۔

۳. محمد رسول اللہؐ کے زمانے سے وابسطہ واقعات

جنگوں کی داستانیں جن میں بدر کی داستان، احد، حنین، تبوک، احزاب کے واقعات خاص اہمیت کے حامل ہیں تو داستان ہجرت بھی قرآن میں بیان کی گئی ہے۔

اہمیت وضرورت

"إنَّ كلامَ اللهِ تعالى فوقَ كلامِ البشرِ كُلِّهِم، كما أنَّ اللهَ تعالى فوقَ كُلِّ شيءٍ مِن خَلْقِهِ۔"(iii)

قران مجید اللہ تعالی کا آخری پیغام ہے جو کتابی شکل میں موجود آخری الہامی کتاب ہے۔اللہ نے اپنے آخری رسول محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر یہ کتاب نازل فرمائی اور آغاز کائنات سے لے کر اختتام کائنات اور بعد از قیامت کے تمام معاملات اس کتاب میں بیان فرمائے۔بہت سی امتوں اور ان کے ادوار میں آنے والے مرسلین کے واقعات قرآن کہیں پر انتہائی مختصر انداز میں بیان کرتا ہے اور کہیں بہت زیادہ تفصیلی واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ جو واقعات اپنی پوری سچائی کے ساتھ دیگر الہامی کتابوں میں موجود ہے ان کا ضرورت کے تحت سرسری

تعارف بیان کرتا ہے اور جہاں پر دوسری الہامی کتابوں کے اندر تحریف کی وجہ سے وہ واقعہ جو ایک خاص اہمیت کا حامل ہوتا ہے تبدیل کیا جاچکا ہوتا ہے تو اس کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیتا ہے۔

قصص القران علوم القران کا ایک خاص موضوع ہے جو کہ تقریبا ایک تہائی قران میں مختلف جگہوں پر موجود ہے۔اس کا مقصد گزشتہ ادوار میں ہوئے واقعات کی اصل تفصیل جو زمانہ کے اتار چڑھاؤ کی وجہ سے مسخ ہو گئی ہے اس کو سچائی کے ساتھ بیان کر دیا ہے تا کہ قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے ان تمام واقعات کے اندر کوئی ابہام اور غلط فہمی موجود نہ رہے۔عوام الناس ان سے نصیحت حاصل کریں۔انہی قصص وواقعات کی بنیاد پر ہمیں گزشتہ امتوں کے احوال سمجھنے میں مدد ملتی ہے تو دوسری طرف ان کے ادوار کی تہذیب و ثقافت کا بھی کچھ اندازہ حاصل ہوتا ہے۔

علوم القُرآن

وہ علوم جو آیات قرآنی کے مفہوم اور پیغام کا ادراک کرنے اور کلام خدا کے معانی کو سمجھنے کے لئے، قرآن سے پہلے مقدمۃ سیکھے جاتے ہیں اُنہیں علوم قرآن کہتے ہیں اس تحریر میں ہمارا مقصود یہی علوم اور منابع ہیں کیونکہ قرآن پیغمبر اسلام کا ایک ابدی معجزہ ہے جو درج ذیل مختلف موضوعات کا احاطہ کیے ہوئے ہے جس میں اخبار، قصص، حِکم، عبرت آموز، وعدہ، وعید، حکم، نہی، ڈرانا، تہذیب قلوب، تسکین نفوس، ارشاد، مطالعہ فطرت، وسیع کائنات کی تخلیق واختتام میں غور وفکر کی آیات شامل ہیں۔قرآن مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے ۔

"وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ -نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ -عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ -بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ"۔ (iv)

عربی زبان کے معروف طریقہ کے مطابق قرآن کہیں پر حقیقت و مجاز کا ذکر کرتا ہے تو کہیں پر اشارہ اور کنائے میں مثال دیتا ہے اور کہیں تشبیہات کی صورت میں اپنا مدعا بیان کرتا ہے قران مجید حقیقی امثال سے بھرپور ہے۔اس لیے قران کے علوم کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا علم ہونا انتہائی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر متعلقہ امور سے مکمل واقفیت حاصل نہیں ہو سکتی معرفت قران کو حاصل کرنے کے لیے ان امور سے جتنی زیادہ اشنائی ہو گی اتنا ہی قران کے الفاظ کی گہرائی اور روح سے بھی اگاہی حاصل ہو گی۔ بھی حقیقت ومجاز، تصریح اور کنایہ ایجاز و تشبیہ و تمثیل اور امثال سے پُر ہے معارف قرآن کے طالب علم اس علم کو حاصل کرنے کے لئے مجبور ہیں کہ وہ بلاغت و فصاحت کے علوم کو اچھی طرح سیکھیں کیونکہ الہی کلام کے اعجاز سے آگاہی متعلقہ امور سے مکمل واقفیت کے بغیر ہر گز ہر گز ممکن نہیں ہے۔معرفت قرآن کو حاصل کرنے کے لیے مقدمات سے آگاہی جس قدر زیادہ ہو گی کلام الہی کی روح اور گہرائی سے آگاہی بھی اسی قدر زیادہ ہو گی۔

قرآن کریم میں چند آیات متشابہ موجود ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے :

"ہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ مِنۡہُ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ ہُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِہٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَہَ مِنۡہُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَۃِ وَ ابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِہٖ ۚ؃ وَ مَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَہٗۤ اِلَّا اللّٰہُ ۘ؃ وَ الرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ یَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِہٖ ۙ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّکَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ"۔(v)

قرآنی قصص کا مقصد

قرآن کے زیادہ واقعات کے استعمال کی وجہ سے ان واقعات میں روح اور فکر پر اثر انداز ہونے کی قابلیت کو سمجھا جاتا ہے- عمومی طور پر براہ راست نصیحت انسان کی طبعیت پر گراں گزرتی ہے اس لئے قرآن نے واقعات میں بلاواسطہ نصیحتوں کو بیان کیا ہے۔قرآن خود ان قصوں کو بیان

کرنے کا مقصد پیغمبر اسلام ﷺ کا اطمینان، نصیحت کرنا، مومنین کو متوجہ کرنا،(vi)، اور انسانوں کا سبق حاصل کرنا(vii) بتاتا ہے۔ قرآن کی بہت سی آیات گذشتہ لوگوں کے انجام پر غور فکر کرنے کی تلقین بیان کرتی ہیں۔(viii) قرآن کی آیات کے مطابق قرآنی داستانیں افسانہ یا خود ساختہ نہیں ہیں بلکہ یہ حقیقت رکھتی ہیں تا کہ صاحبان عقل و شعور ان سے عبرت حاصل کریں اور مومنین کی ہدایت کا سبب بنیں۔(ix) بعض مفسرین قرآنی داستانوں کو جانچنے کے بعد مجموعی طور پر ان کے تین مقاصد بیان کرتے ہیں۔

معرفتی مقصد:

دینی عقائد کا بیان جیسے دین اور نبوت کی ضرورت پوری ہوتی ہے

معاشرتی مقصد:

اقوام کی فتح یا شکست کی وجوہات کا بیان، برتر اور مثالی اقوام، امتوں کے نعمتوں سے برتاو کا بیان یا ان کے عذاب الہی میں گرفتار ہونے کا ذکر تا کہ تمام انسانیت ان سے سبق حاصل کر کے اپنے ادوار کو بہتر بنا سکیں۔

اخلاقی اور تربیتی مقاصد:

اہم واقعات اور ماضی کے واقعات جیسے حضرت محمد اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کا تعارف، شیطان کا انسان کے منحرف کرنے والے اہم عامل کے عنوان سے تعارف، اہم اخلاقی قدروں کا بیان تا کہ مختلف داستانوں کے حقیقت سے آشناس ہو کر ان کی روشنی میں میں ماضی و مستقبل کا لائحہ عمل سمجھا جا سکے۔(x)

قرآنی قصص کا انداز بیان

قرآن مجید کے قصص کا اسلوب بہت ہی منفرد و جداگانہ ہے۔ اکثر قصص کی مختلف کڑیوں کو مختلف مقامات میں بیان کیا گیا ہے اور یہ ایک جاری رہنے والے کلام کے لیے بہت منفرد ہے۔ لیکن واقعات کی تمام کڑیاں، ہر مقام و موقع پر سیاق و سباق کے لحاظ سے بالکل ہم آہنگ ہیں۔ ان واقعات کی کڑیوں کا ایک خاص نظم ہے جیسے مکی سورتوں میں اکثر واقعات گزشتہ اقوام سے متعلقہ ہیں اور ان کو انتہائی مختصر اشاروں میں بیان کیا گیا ہے جبکہ مدنی سورتوں میں ان اشاروں کے اندر تو االلک اور تفصیلات مسلسل بیان کی جاتی ہیں مختصر اشاروں پر مشتمل ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ مدنی سورتوں میں ان اشاروں میں طوالت آتی جاتی ہے۔ قرانی قصوں کے اسلوب میں ایک خوبصورت مثال حضرت موسی علیہ السلام کا واقعہ قران مجید میں 30 مقامات پر ملتا ہے جہاں پر حضرت موسی علیہ السلام کے صحائف کا ذکر اتا ہے تو وہیں پر ان کی قوم کے معاملات کو بھی مختلف انداز میں بیان کیا جاتا ہے جس سے اس قوم کی معاشرتی تہذیب و تمدن اور ان کی اخلاقیات واضح ہوتی ہیں۔ کہیں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ایک جگہ بیان ہوتا ہے تو اس کا باقی حصہ دوسری جگہ پر بیان کیا جاتا ہے تا کہ پڑھنے والے کی دلچسپی قائم رہے اسی طرح گزشتہ اقوام جن میں ادو ثمود مشہور ہے ان کا ذکر بھی قران میں مختلف آیات کے اندر مختلف جگھوں پر بیان کیا گیا ہے۔

قرآنی قصص کے اسلوب کی ایک خوب صورت مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہے، ان کا ذکر قرآن مجید میں تیس مقامات میں

ملتاہے،اس کے درج ذیل مراحل ہیں:-

سورہ اعلیٰ مکی سورہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ؑ کے صحیفہ کی طرف صرف مختصر اشارہ ہے وہاں حضرت ابراھیم علیہ السلامؑ کے صحیفہ کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے صحیفہ کا بھی ذکر آیا۔ سورہ نجم اور سورہ فجر جو مکی سورہ ہیں، دونوں میں عاد و ثمود کے ساتھ صرف فرعون کا ذکر آیا ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں آیا، (xi) سورہ اعراف میں جو انتالیسویں سورہ ہے اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قدرے تفصیل کے ساتھ ہے اس میں دیگر انبیاء کے بھی واقعات ہیں۔

تمام انبیاء کے معاملات میں ایک قدر مشترک نظر اتی ہے کہ ان کے انکار پر اللہ کا عذاب ان کی اقوام پر نازل ہوتا ہے اور یہی واقعات بنی نوع انسانی کے لیے ہدایت کا موجب بنتے ہیں حضرت موسی علیہ السلام کا واقعہ مختلف ایات میں پیدائش سے لے کر ان کی ہجرت اور وصال تک بیان کیا گیا ہے لیکن کہیں پر بھی یہ ایک جگہ پر تسلسل نہیں رکھتا بلکہ مختلف جگہوں پر اس کی ایات نظر اتی ہیں جو کہ موقع و مناسب کے لحاظ سے انتہائی پر اثر محسوس ہوتی ہیں۔ قران میں بنی اسرائیل کو سب سے زیادہ مخاطب کیا گیا ہے حضرت موسی علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسی علیہ السلام تک کے واقعات جو حقیقت پر مبنی ہے اور زمانے کی گردنے ان کو ڈھانپ لیا تھا قران نے انتہائی واضح انداز میں ان کی تصدیق کی اور جو غلط باتیں انبیاء سے منسوب کی گئی تھیں ان کی تکذیب کی۔

دیگر انبیاء اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ایک قدر مشترک ہے وہ یہ کہ کفار پر ہمیشہ اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ قرآنی واقعہ کا آغاز تسلسل کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون کو نبی بنا کر فرعون کے دربار میں جانے کے حکم سے ہوا۔ پھر عصا اور ید بیضا کا ذکر ہے۔ جادوگروں اور موسیٰ علیہ السلام کے باہمی جادوئی مقابلہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غالب آنا پھر جادوگرں کا ایمان لانا، پھر فرعون کا بنی اسرائیل پر عذاب مسلط کرنا، پھر فرعونیوں کو ٹڈیوں، کھٹملوں اور مینڈکوں کے عذاب میں مبتلا کرنا، پھر فرعونیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی، لیکن عذاب ٹلنے کے بعد پھر بنی اسرائل کو ستانا، پھر بنی اسرائیل کا مصر سے ہجرت کرنا، اور بنی اسرائیل کا گمراہ ہونا، چالیس راتوں کے بعد (تیس راتوں کے بعد دس مزید راتیں) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالی سے کلام کرنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دیدار الٰہی کی خواہش کرنا، بہوش ہو جانا، پہاڑ کا ریزہ ریزہ ہو جانا، پھر ہوش میں آنا، جب قوم کی طرف واپس آنا اور قوم کا بچھڑے کو معبود بنانا، پھر ہارون سے باز پرس کرنا، پھر اللہ سے ہم کلامی کے لیے ستر آمیوں کو منتخب کرنا، جب انہوں نے اللہ کی سر عام دیدار کا مطالبہ کیا تو ان پر پہاڑ مسلط کرنا، پھر بارگاہ ربانی میں فریاد کرنا، مرے ہوئے لوگوں کا زندہ ہونا، اس واقعہ کا اختتام اس کلمہ پر ہوتا ہے کہ جو بھی نبی کی اطاعت کریں گے اللہ کی رحمت ان کا مقدر ہو گی اور وہ فلاح کے حقدار ہو گئے۔

یہ واقعہ قرآنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تقریباً پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے تو دوسرے طرف اس دور کے لوگوں کی ذہنی استعداد و قابلیت کا احاطہ بھی کرتا ہے۔ ایک ہی وقت میں رسول اور نبی کے ہوتے ہوئے شرک میں مبتلا ہونا اور پھر توبہ کے طور پر قتل کیا جانا اس امت کے ساتھ خاص ہے کہ مشرکین نے توبہ کے لیے ایک دوسرے کو قتل کیا۔ قرآن نے اس واقعے کو خاص طور پر بیان کیا ہے۔ سورہ فرقان سورہ نمبر 25، میں اور سورہ مریم سورہ نمبر 19 میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آتا ہے ان دونوں سورتوں میں بھی دیگر ابنیاء کے ساتھ مکذبین پر عذاب کا ذکر ہے۔ اس کے بعد سورۂ طہٰ میں ایک تفصیلی کڑی ہے، سورہ اعراف میں واقعہ کا آغاز رسالت سے ہوا، مگر سورہ طہٰ میں رسالت سے

پہلے کا واقعہ کوہ طور میں آگ کے مشاہدہ کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کو جب فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور حضرت ہارون علیہ السلام کو اپناوزیر مقرر کرنے کی درخواست کی تھی۔ حضرت موسی علیہ السلام کی درخواست پر حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت دی گئی، پھر بچپن کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے جیسے موسی علیہ السلام کو ان کی والدہ کی طرف لوٹانے کا واقعہ بیان ہوا، اس کے بعد وہی تفصیلات ہیں جو سورہ اعراف میں ہیں مگر اس میں فرعون پر جو عذاب آئے تھے جن کا ذکر قرآن میں دوسری جگہ تو موجود ہے یعنی ٹڈی دل، کھٹمل، مینڈک کا ذکر نہیں، اسی طرح فرعون کا عذابوں کے بعد بنی اسرائیل کے ساتھ معاہدہ کرنے اور اس کو توڑنے کا ذکر بیان نہیں کیا ہے۔

پھر سورہ الشعراء میں واقعہ کا آغاز رسالت کی کڑی سے ہوا، باقی سورہ بنی اسرائیل کے مطابق ہے مگر اس میں دو کڑیاں اضافہ ہیں، ایک مصری کا قتل، دوسری کڑی دریا کے پھٹ جانے کا واقعہ، اس کے بعد سورۃ النمل میں دیگر انبیاء کے ساتھ موسٰی علیہ السلام ؑ کا مختصر ذکر ہے۔ سورۃ القصص جو نزول کے اعتبار سے 49 سورہ ہے اس میں قصہ کا آغاز موسٰی علیہ السلام کی زندگی کے ابتدائی دور سے ہوا، مثلاً فرعون کا بچوں کا قتل کرنا، موسٰی علیہ السلام ؑ کو والدہ کی طرف سے دریا میں ڈالنا، پھر موسٰی علیہ السلام ؑ کو فرعون کے گھر پہچانا اور موسٰی علیہ السلام ؑ کی بہن کا واقعہ دودھ کے لیے ماں کی طرف رہنمائی کرنا شامل ہے۔ پھر حضرت موسٰی علیہ السلام ؑ جوان ہوتے ہیں، ایک مصری کو قتل کرنا، پھر دوسرے کے ساتھ جھگڑے کے دوران قتل کا راز فاش ہونا، حضرت موسٰی علیہ السلام ؑ کا مدین کی طرف روانہ ہونا، پھر سفر مدین کا تفصیلی واقعہ، حضرت شعیب سے ملاقات انکی شرائط اور انر ان کی بیٹی سے شادی، ایک متعین مدت کے بعد اپنی اہلیہ کے ساتھ مصر واپس روانہ ہونا، پھر راستے میں آگ کا مشاہدہ اور کلام الٰہی، پھر آگے کا واقعہ اسی طرح ہے جس طرح سورہ طٰہ میں ہے۔

غرض حضرت موسٰی علیہ السلام کا قصہ جس کی کڑیاں قرآن میں سب سے زیادہ تکرار کے ساتھ آئی ہیں ان کڑیوں کا اگر ہم جائزہ لیں اس میں کوئی بھی کڑی بے معنی اور بے مقصد نہیں ہے بلکہ ہر دفعہ ہر مقام پر ایک نئی تعبیر اور نئی معنویت کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔

اسی طرح قرآن جو واقعہ بیان کرتا ہے وہ ایک خاص اہمیت و مقصد کے تحت ہوتا ہے۔ وہ مقصد صرف کلام الیہ کے پیغام کی وضاحت عوام الناس کے لیے ہے۔ اس لیے قرآن میں امثال حکم، تشبیہات اور استعارات اس طرح دیگر جتنے بھی اسالیب ہیں ان کا مقصد صرف وضاحت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف سورتوں میں قصہ کی وہی کڑی بیان ہوئی جس کی سیاق وسباق میں ضرورت تھی اور جس میں کوئی سبق، عبرت و موعظت پوشیدہ ہے۔

جیسے حضرت موسٰی علیہ السلام ؑ اور حضرت مریم اسی طرح حضرت اسماعیل، اِسحاق، یحیٰ، آدم اور حواء سب کی پیدائش کا ذکر نہ صرف مختلف سورتوں میں ہے بلکہ ان کے ناموں سے قرآن کی سورتیں بھی ہیں۔ ان سب کی پیدائش کا واقعہ اس لحاظ سے مشترک ہے کہ ان سب کی ولادت معجزانہ طور پر ہوئی ہے۔ جس سیاق وسباق میں ان کا ذکر آیا وہاں اللہ تعالیٰ نے یہ پیغام دیا ہے کہ وہ اپنی قدرت سے ناممکن کو ممکن بناسکتا ہے۔ ایسے انبیاء جن کا معاشرتی معاملات کے ساتھ زیادہ گہرا تعلق نہیں تھا صرف ان کی اقوام اور ان کے اوپر آنے والے عذاب کو بیان کیا گیا اور ان انبیاء کے اخری عمروں کے حوالے سے واقعات بیان کر دیے گئے تا کہ شبہات ختم ہوں۔

اسی طرح بعض انبیاء جیسے حضرت نوح ، حضرت ھود ، حضرت لوط اور حضرت شعیب کی زندگی کا آخری حصہ قرآن میں بیان ہوا

ہے، کیونکہ قرآن نے جہاں ان کے واقعات کا ذکر کیا وہ صرف ان کی زندگی کے آخری حصے سے متعلق تھے۔اس لئے ان کے بارے میں ان کی زندگی کی باقی تفصیلات غیر ضروری سمجھتے ہوئے بیان نہیں کیں۔بعض دوسرے الہامی کتابوں میں جن درست واقعات کا ہمیں ذکر ملتا ہے انکو قرآن نے تفصیل سے بیان کرنے سے احتراز کیا ہے البتہ جہاں واقعات کی درستگی کی ضرورت تھی قرآن نے اسکی درستگی کر دی۔

قرآن مجید میں تقریبا کم و بیش 30 کے قریب قصص بیان ہوئے ہیں۔اور ہر قصے میں انبیاء پر آنے والے مصائب اور انکی کاوشوں کا تفصیلی ذکر ہے تو دوسرے طرف امتوں کے طرز عمل کو بھی بیان کیا گیا ہے۔جیسے حضرت یونس علیہ السلام کے واقعے کو قرآن نے فصاحت کے انداز میں بیان کیا ہے۔

مختلف تفاسیر میں حضرت یونس علیہ السلام جن کا تعلق موسم کی ایک ذیلی بستی نینوا سے تھا ان کا واقعہ تفصیلا بیان کیا گیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب ان کی قوم نے جھٹلایا تو آپ نے انہیں تین دن کے اندر عذاب انے کا مزہ سنایا اور حکم الہی کے بغیر اس علاقے سے چلے گئے اس کے بعد کشتی کا معاملہ پھر حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے نگل لینے کا واقعہ اور پھر حضرت یونس علیہ السلام کی تسبیح کا واقعہ بھی قران نے انتہائی تفصیلا بیان کیا ہے قوم کا راہ راست پر انا اور حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر اکر دوبارہ اپنی قوم کی طرف بھیجا جانا بھی قران بیان کر تا ہے جبکہ اج عصری دور میں ان واقعات کی اثار قدیمہ سے ملے شواہد سے تصدیق ہوتی ہے۔حضرت یونس علیہ السلام کی قوم تاریخ انسانی میں وہ واحد قوم ہے جس پر عذاب کے اثار شروع ہوئے لیکن نبی کے حکم الہی کو مکمل پورا نہ کرنے کی وجہ سے جہاں نبی تکلیف کا شکار ہوئے وہیں پر اس قوم کے اوپر سے عذاب بھی اٹھالیا گیا اور اس واقعے کو قران نے احسان کے ساتھ بیان کیا ہے۔

"ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یونس علیہ السلام کو علاقہ موصل کی ایک بستی نینویٰ کے لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ یونس علیہ السلام نے ان کو ایمان و عمل صالح کی دعوت دی، انہوں نے تمرد اور سرکشی سے کام لیا۔یونس علیہ السلام ان سے ناراض ہو کر بستی سے نکل گئے اور ان کو کہہ دیا کہ تین دن کے اندر تمھارے اوپر عذاب آجائیگا۔یونس علیہ السلام بستی چھوڑ کر نکل گئے تو ان کو فکر ہوئی کہ اب عذاب آہی جائیگا (اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب کے بعض آثار کا ان کو مشاہدہ بھی ہو گیا) تو انہوں نے اپنے شرک و کفر سے توبہ کی اور بستی کے سب مرد عورت اور بچے جنگل کی طرف نکل گئے اور اپنے مویشی جانوروں اور ان کے بچوں کو بھی ساتھ لئے گئے اور بچوں کو ان کی ماؤں سے الگ کر دیا اور سب نے گریہ وزاری کرنا شروع کی اور الحاح وزاری کے ساتھ اللہ سے پناہ مانگی، جانوروں کے بچّوں نے جن کو ان کی ماؤں سے الگ کر دیا گیا تھا الگ شور و غل کیا۔حق تعالیٰ نے ان کی سچی توبہ اور الحاح وزاری کو قبول کر لیا اور عذاب ان سے ہٹا دیا۔ادھر حضرت یونس علیہ السلام اس انتظار میں رہے کہ قوم پر عذاب آرہا ہے وہ ہلاک ہو گئی ہو گی جب ان کو یہ پتہ چلا کہ عذاب نہیں آیا اور قوم صحیح سالم اپنی جگہ ہے تو (ان کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ اب میں جھوٹا سمجھا جاؤں گا، اور بعض روایات میں ہے کہ ان کی قوم میں یہ رسم جاری تھی کہ کسی کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے تو اس کو قتل کر دیا جاتا تھا (مظہری) اس سے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی جان کا بھی خطرہ لاحق ہو گیا تو) یونس علیہ السلام نے اپنی قوم میں واپس جانے کے بجائے کسی دوسری جگہ کو ہجرت کرنے کے قصد سے سفر اختیار کیا۔راستہ میں دریا تھا اس کو پار کرنے کے لئے ایک کشتی میں سوار ہوئے۔اتفاق سے کشتی ایسے گرداب میں پھنسی کہ غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہو گیا ملاحوں نے یہ طے کیا کہ کشتی میں سوار لوگوں میں سے ایک کو دریا میں ڈال دیا جائے تو باقی لوگ غرقابی سے محفوظ رہ سکیں گے۔اس کام کے لئے کشتی والوں کے نام پر قرعہ اندازی کی گئی اتفاق سے

قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر نکل آیا(کشتی والے شاید ان کی بزرگی سے واقف تھے)ان کو دریا میں ڈالنے سے انکار کیا اور دوبارہ قرعہ ڈالا پھر بھی اس میں نام یونس علیہ السلام کا نکلا، ان کو پھر بھی تامل ہوا تو تیسری مرتبہ قرعہ ڈالا پھر بھی اُنھیں کا نام نکل آیا۔ اسی قرعہ اندازی کا ذکر قرآن کریم میں دوسری جگہ ان الفاظ سے آیا ہے "فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ "یعنی قرعہ اندازی کی گئی تو یونس علیہ السلام ہی اس قرعہ میں متعین ہوئے۔ اس وقت یونس علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور اپنے غیر ضروری کپڑے اتار کر اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا اُدھر حق تعالیٰ نے بحرا خضر سے ایک مچھلی کو حکم دیا وہ دریاؤں کو چیرتی پھاڑتی فوراً یہاں پہنچ گئی اور یونس علیہ السلام کو اپنے اندر لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو یہ ہدایت فرما دی تھی کہ نہ ان کے گوشت کو کوئی نقصان پہنچے نہ ہڈی کو یہ تیری غذا نہیں بلکہ تیرا پیٹ چند روز کے لئے ان کا قید خانہ ہے"

(یہاں تک یہ سب واقعہ روایت ابن کثیر میں ہے بجز ان کلمات کے جو قوسین میں لیے گئے ہیں وہ دوسری کتابوں سے لئے ہوئے ہیں قرآن کریم کے اشارات اور بعض تصریحات سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا بغیر اللہ تعالیٰ کے صریح حکم کے اپنی قوم کو چھوڑ کر نکل جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسند ہوا اسی پر عتاب نازل ہوا اور دریا میں پھر مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی نوبت آئی۔)

حضرت یونس علیہ السلام نے جو قوم کو تین دن کے اندر عذاب آجانے سے ڈرایا تھا ظاہر یہ ہے کہ یہ اپنی رائے سے نہیں تھا بلکہ وحی الٰہی سے ہوا تھا اور اس وقت قوم کو چھوڑ کر ان سے الگ ہو جانا بھی جو قدیم عادت انبیاء علیہم السلام کی ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ یونس علیہ السلام کا اپنا اجتہاد تھا یہاں تک کوئی بات لغزش کی موجبِ عتاب نہیں تھی مگر جب قوم کی سچی توبہ اور الحاح وزاری کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما کر ان سے عذاب ہٹا دیا اس وقت حضرت یونس علیہ السلام کا اپنی قوم میں واپس نہ آنا اور بقصد ہجرت سفر اختیار کرنا یہ اپنے اس اجتہاد کی بنا پر ہوا کہ اس حالت میں اگر میں واپس اپنی قوم میں گیا تو جھوٹا سمجھا جاؤں گا اور میری دعوت بے اثر بے فائدہ ہو جاوے گی بلکہ اپنی جان کا بھی خطرہ ہے اور اگر میں انکو چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں تو یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ مواخذہ و گرفت نہیں ہوگی۔ اپنے اجتہاد کی بنا پر ہجرت کا قصد کر لینا اور اللہ تعالیٰ کے صریح حکم کا انتظار نہ کرنا اگرچہ کوئی گناہ نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ کو یونس علیہ السلام کا یہ طرزِ عمل پسند نہ آیا کہ وحی کا انتظار کیے بغیر ایک فیصلہ کر لیا یہ اگرچہ کوئی گناہ نہیں تھا مگر خلافِ اولیٰ ضرور ہوا۔ انبیاء علیہم السلام اور مقربان بارگاہِ الٰہی کی شان بہت بلند ہوتی ہے ان کو مزاج شناس ہونا چاہیئے، ان سے اس معاملے میں اَدنیٰ کوتاہی ہوتی ہے تو اس پر بھی عتاب اور گرفت ہوتی ہے یہی معاملہ تھا جس پر عتاب ہوا۔

باقی اور رسولوں میں سے کسی کے ساتھ ایسا معاملہ ثابت نہیں ہے. خطا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام علیہ السلام سے بھی ہوئی تھی'لیکن اس خطا کی کوئی سزا حضرت موسیٰ علیہ السلام علیہ السلام کو نہیں ملی. لہٰذا حضرت یونس علیہ السلام وہ واحد رسول ہیں جنہیں خطا کی سزا ملی ہے اور پھر اس کا فائدہ بھی قومِ یونس کو پہنچا ہے. آج کی جدید اکاؤنٹنگ کا اصول ہے کہ ہر ڈیبیٹ کے مقابلے میں کوئی کریڈٹ اور ہر کریڈٹ کے مقابلے میں کوئی ڈیبیٹ ہو گا. اس حساب سے یہ جو ڈیبیٹ ہوا حضرت یونس علیہ السلام کے خلاف' تو یہ قوم کے حق میں کریڈٹ بن گیا. وہ اس طرح کہ حضرت یونس علیہ السلام کے جانے کے بعد عذاب کے آثار شروع ہو گئے تھے مگر عذاب مکمل طور پر شروع نہ ہوا تھا' جس کے بعد کسی بھی قوم کی اجتماعی توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے' جس طرح کسی فرد کے لیے موت کے آثار نظر آنے پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے جب عذاب کے آثار شروع ہو گئے تو قوم کو یاد آیا کہ یہ تو وہی بات ہو گئی جو یونس کہا کرتے تھے. اس پر وہ فوراً گھروں سے نکل کر کھلے میدان میں جمع ہو گئے اور چیخ چیخ کر' رو رو کر' گڑ گڑا کر اللہ سے معافیاں مانگنے لگے اور دعائیں کرنے لگے' تو اللہ نے ان پر سے عذاب ٹال دیا[xii]. یہ تاریخ انسانی میں واحد قوم ہے

جس پر عذاب کے آثار واضح ہوئے اور پھر اجتماعی توبہ کے بعد عذاب ٹال دیا گیا۔

حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ سورۃ یونس میں بیان ہو چکا ہے۔ بخاری مسلم میں حدیث ہے کہ کسی بندے کو یہ لائق نہیں کہ وہ کہے میں یونس بن متی سے افضل ہوں۔

("ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے' ان سے ابو العالیہ نے اور ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی شخص کے لیے مناسب نہیں کہ مجھے یونس بن متی سے بہتر قرار دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد کی طرف منسوب کر کے ان کا نام لیا تھا"۔)(xiii)

قرآنِ کریم میں قصص کے وجوہ واسباب

جزیرہ عرب کے لوگ بت پرست تھے اور شرک کی وجہ سے اللہ تعالی کی توحید اور انبیاء کی نبوت کے انکاری تھے قیامت کے انے کا ذکر کفر سمجھتے تھے اور اس میں مختلف خداوند کی توحید اور انبیاء کی نبوت اور قیامت کے کے ذکر کو کفر خیال کرتے تھے جبکہ ان میں سے کچھ افراط و تفریط کرتے تھے، اس لئے قرآن مجید میں مذکورہ تینوں امور کا بکثرت ذکر آیا ہے نیز تکرار و قصص کے اور بھی کئی اسباب ہیں۔ان میں سے چند ذیل کی سطور میں بیان کیے جاتے ہیں:

سبب اول: یہ کہ قرآن مجید فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی معجزہ ہے اس لئے اس میں ان قصص کو اللہ تعالیٰ نے بار بار ذکر کیا ہے،بلاغت کے اعلیٰ معیار کے مطابق کہیں طویل اور کہیں مختصر، مگر ہر دفعہ قصہ اس انداز میں بیان کیا کے کہ پچھلی دفعہ سے زیادہ لطف مہیا کیا۔یعنی اگر قرآن بشر کا کلام ہوتا تو اس بات سے عاری ہوتا، گویا یہ امر اعجازِ قرآن کی دلیل ہے۔

سبب دوم: قران کا یہ بھی ایک اعجاز ہے کہ اس نے بانگ دہل اپنے مخالفین کو صاف انداز میں چیلنج کیا کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے تو اس جیسی ایک صورت بنا لو جب کفار اس صورت کے بنانے سے عاجز ہو گے تو پھر قران نے ایک اور چیلنج کیا کہ صورت نہ سہی ایک ایت بنا لو وہ عرب معاشرہ جو اپنی فساحت بلاغت لسانیت میں مشہور تھا جس کا ذوق شاعری فلسفہ تھا وہ قران مجید کے برابر ایک ایت لانے سے بھی عاجز ہو گیا۔یہ کہ مخالفین کو صاف کہا گیا تھا کہ اگر تم کو کچھ شک ہو تو ایک ہی سورہ کی مقدار ایسا کلام بنا کر دکھاؤ: ("اور اگر تم اس (کلام) کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جو ہم نے اپنے (برگزیدہ) بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ، اور (اس کام کے لئے بیشک) اللہ کے سوا اپنے (سب) حمایتیوں کو بلا لو اگر تم (اپنے شک اور انکار میں) سچے ہو۔)(xiv) تو احتمال تھا کہ وہ کہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو الفاظ آتے تھے ان کو انہوں نے استعمال کر لیا (یعنی اس کو اور الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہے لہٰذا کلام الٰہی نہیں ہے)۔ یا یہ کہتے کہ ہر ادیب کا اندازِ بیاں جدا جدا ہوتا ہے، اگر ہم ایک کا انداز اپنا نہیں سکے تو کیا ہوا؟ (یعنی اس (محمدؐ) نے بھی ایک ہی طریقہ اپنایا ہے جو دوسرے ادیبوں سے جدا ہے، تو اگر ہم ایک ہی طریقہ نہ اپنا سکے تو کیا قیامت آن پڑی۔ لیکن قرآن کریم میں قصص کو مختلف انداز میں بیان کرنے سے یہ احتمال رفع ہو گیا۔ یا یہ کہتے، یہ قصہ ہے اور قصص میں بلاغت کا دائرہ تنگ ہوتا ہے اور اس نے ایک دفعہ اس کو جو بلاغت سے بیان کیا ہے سو اتفاقاً ہوا ہے ورنہ ایسا اور الفاظ اس بلاغت میں بیان نہ کر سکے گا۔ لیکن جب تکرارِ قصص ظہور ہوا اور اندازِ بیان میں تشتت واقع ہوا تو ان تینوں

اعتراضات کی جگہ نہ رہی اور مشرکین اپنے اعتراضات پر خود جھوٹے پڑ گئے۔

سبب سوم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس دنیا سے اٹھائے 600 سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا تھا اور اس عرصے میں کوئی نبی بھی کسی قوم کی طرف مبعوث نہ کیا گیا تھا اس وجہ سے تمام دنیا کفر و شرک میں مبتلا تھی اور اپنے عقائد اور معاملات کی وجہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تکالیف دیا کرتے تھے آپ کی تکالیف کے ازالے اور آپ کو مطمئن کرنے کے لیے قران مجید نے مختلف جگہ پر آپ کو ارشاد فرمایا اور ان اقوام کی حالات کو بیان فرمایا جس سے آپ کو اطمینان قلب حاصل ہوتا۔ یہ ہے کہ بعض اوقات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قوم مخالف کی شرارت اور ایذاء سے ملول ہو جاتے تھے۔ سورہ حجر میں ہے: (اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ آپ کا سینۂ (اقدس) ان باتوں سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں ۔)[xv] لہٰذا اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی تسلی کے لئے ان قصص کو نقل فرماتے ہیں۔

(اور ہم رسولوں کی خبروں میں سے سب حالات آپ کو سنا رہے ہیں جس سے ہم آپ کے قلبِ (اَطہر) کو تقویت دیتے ہیں، اور آپ کے پاس اس (سورہ) میں حق اور نصیحت آئی ہے اور اہلِ ایمان کے لئے عبرت ([xvi])۔ اس لئے اکثر مقامات پر وقتِ موجود کے مناسب اسی قدر نقل ہوتا ہے جو تسلی کے لئے کافی ہو اور کچھ نہ کچھ سابقہ ذکر زیادہ مذکور ہوتا ہے۔ جسکا مقصد صرف نصیحت کو پر اثر کرنا ہوتا ہے۔

سبب چہارم: گزرے ہوؤں کا حال آنے والوں کے لئے نصیحت قبول کرنے اور عبرت پکڑنے کا وسیلہ ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اکثر جگہوں میں مسلمانوں کو نصیحت فرماتے ہیں اور منکرین کو عبرت دلاتے ہیں۔ جب مومنوں کو کافروں کے ہاتھوں سے اذیت پہنچتی ہے یا جب کوئی گروہ مسلمان ہوتا ہے تو ان قصوں میں سے کسی کا نقل کرنا اس وقت کی ضرورت اور مناسبِ حال ہوتا ہے۔[xvii]

خلاصہ بحث

قران مجید میں جتنے بھی انبیاء اور ان کے قصص بیان کیے گئے ہیں ان تمام کا مقصد حال اور مستقبل کے آنے والے واقعات کے حوالے سے مومنین کو آگاہی فراہم کرنا اور ان آیات کے تناظر میں اپنا لائحہ عمل تیار کرنا ہے۔ ان تمام واقعات سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ معاشرتی معاملات کے اندر بگاڑ کی صورت میں قدرت اپنے فیصلے بے رحم انداز میں ان لوگوں پر نافذ کر دیتی ہے جو قوانین قدرت کا خیال نہیں رکھتے۔ اس کے ساتھ ہی سابقہ ادوار میں لوگوں کی اخلاقیات اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والی برائیوں کا بھی تفصیلی ذکر ہمیں ان قصائص کے اندر ملتا ہے۔ دوسری طرف انبیاء کرام کے معجزات اتنی سائنسی ترقی ہونے کے باوجود آج بھی ناقابل سمجھ ہیں۔ دوسری طرف عذاب کے طریقے عصر حاضر کی سائنس کافی حد تک سمجھنے کے قابل ہو چکی ہے۔ جو قرآن کی حقانیت کا روشن ثبوت ہے۔ قرآن مجید روز اول سے تا قیامت اپنے علوم میں یکتا ہے اور رہے گا اور جو بھی قرآن کے علوم حاصل کرتا ہے دنیا اور آخرت میں اپنے لیے بھلائی اکٹھی کرتا ہے۔ قرآن کے علوم کی فضیلت تمام علوم پر آشکار ہے۔ تمام علوم جو عصر حاضر میں رائج ہیں اور جو آنے والے ادوار میں سائنس کی ترقی سے سامنے آئیں گے قرآن مجید ان تمام علوم پر تقریبا 1450 سال پہلے کلام کر چکا ہے۔ آنے والے ادوار میں قرآن کے قصص کی حقانیت مزید ثابت ہو گی۔ سائنس کے قوانین تجربات کی روشنی میں بدلتے ہیں مگر قرآن کے الفاظ آج بھی اپنی سچائی کے ساتھ مختلف فنون کے علماء کو راستہ دکھا رہے ہیں اور دکھاتے رہے گئے۔

مصادر و مراجع

[i] ۔ابن فارس، احمد، معجم مقاییس اللغۃ،ج۵، ص ۱۱۔

[ii] ۔راغب اصفہانی، حسین، المفردات فی غریب القرآن،:(ن-ن، س-ن)ص ۶۷۱۔

[iii] ۔حافظ ابن العربی المالکی، عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح ترمذی:(دارالکتاب العلمیہ، بیروت، لبنان، س۔ن)، ج11، ص47

[iv] ۔ القرآن 193/26

[v] ۔القرآن 3:7

[vi] ۔القرآن 11:120

[vii] ۔القرآن 11:112

[viii] ۔ڈاکٹر تھماسب طالبی، تاریخ در قصص القرآن:(شیراز، 1390ھ، م-ن)ص 29

[ix] ۔مولانا سید صفدر حسین، تفسیر نمونہ، (قم، ایران، 1393، پ-ن)، ج2، ص457-458

[x] ۔مرویان، اہداف تربیتی در قصّہ ہای قرآن: (قم، ایران، 1384، پ-ن)، ص ۲۰۱-۲۰۷

[xi] ۔القرآن 89:13

[xii] ۔مفتی محمد شفیع، معارف القرآن: (ادارہ معارف القرآن، کراچی، 2008)، ج ۶، ص ۲۲۱، سورۃ الانبیاء: آیت 87

[xiii] ۔محمد بن اسماعیل، صحیح البخاري، کتاب احادیث الانبیاء، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: (مکتبہ رحمانیہ۔لاہور، 2000ء)، رقم 3413

[xiv] ۔القرآن 2:23

[xv] ۔القرآن 15:97

[xvi] ۔القرآن 11:120

[xvii] ۔مولانا رحمت اللہ کرانوالی، قرآنِ کریم میں تکرار اور قصص کے وجوہ وأسباب، بمبی، انڈیا، 2023,(www.inquilab.com)
https://www.inquilab.com/features/articles/reasons-and-causes-of-repetition-and-stories-in-the-holy-quran-52577